تین سو تیرہ کی تعداد امتِ مسلمہ کے لیے نہایت اہمیت رکھتی ہے، تاریخِ اسلام میں یہ تین سو تیرہ افراد کی تعداد کا ہی کرشمہ ہے کہ دین باقی ہے۔ یقیناً غزوۂ بدر کا مرحلہ بہت اہم تھا۔ دشمن کس قدر مستعد تھا۔ بے سروسامان مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے جب کہ مقابل لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا وہ سامانِ حرب سے بھرپور تھا اور مسلمانوں کو یکسر ختم کردینے کے ارادے سے آیا تھا اسی لیے ان تین سو تیرہ افراد کی بقاء کو رحمت عالم ﷺ نے دین کی بقا قرار دیا۔ تاریخِ اسلام کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص کے علم میں ہے کہ کفارِ مکہ نے شفیع عاصیاں رحمتِ دوجہاں ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرامؓ پر مکہ مکرمہ میں تیرہ برس کے مسلسل دورانیے میں انسانیت سوز مظالم کی انتہا کردی تھی یہاں تک کہ عرصۂ حیات تنگ کردیا تھا مسلمانوں سے معاشرتی مقاطعہ کیا اور انہیں ایک لمحہ بھی سکون و آرام سے سانس نہیں لینے دیا۔ حکم ربانی سے سرورِ عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اپنے مولد و موطن کو دین کے فروغ اور اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیا۔ مدینہ منورہ کو آباد کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے سبب مسلمانوں کا مکہ مکرمہ میں رہنا جائز نہیں رہا حالاں کہ بیت اللہ، حجرِ اسود، چاہ زم زم، صفا و مروہ وغیرہ سب مکہ میں تھے، مگر ان سب کی جان بلکہ جانِ کائنات وہاں نہ رہے تو کسی صاحبِ ایمان کا وہاں رہنا جائز نہ رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس شہر کو فتح کیا تو پھر اسی مکے میں قیام جائز ہوگیا بلکہ برکت و رحمت کا موجب بھی ہُوا۔ اس سے ثابت ہُوا کہ شریعت کا مدار ذاتِ مصطفیٰ ہے اور ان کی اداؤں اور گفتار و کردار ہی کا نام قانونِ الٰہی ہے۔ قرآن کی تفہیم و تعمیل بھی ان کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے تمام مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے ان ہجرت کرنے والوں کو قرآن میں مہاجرین کہا گیا ہے۔ یہ ہجرت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تھی، یقیناً اجر و ثواب کے لیے ضروری ہے کہ نیت اللہ اور کے رسول ﷺ کی رضا ہو۔ کفارِ مکہ نے مسلمانوں کو اتنی سہولت فراہم نہیں کی تھی کہ وہ اپنے مال و اسباب وغیرہ لے جاسکتے۔ مسلمان اپنے دین و ایمان کو بچانے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے مہاجرین کو رہنے کے لیے اپنے گھروں میں جگہ دی ان کے خورونوش کا اہتمام کیا اور انہیں سہارا دیا۔ قرآنِ کریم میں انہیں انصار کہا گیا۔ انصار جمع ہے ناصر کی جس کے معنی مددگار کے ہیں۔ یہ مددگار انصارِ مدینہ وہ ہیں جنہوں نے رحمتِ عالم نورِ مجسم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن سلوک کی یادگار مثالیں قائم کردیں۔ ابھی ہجرت کو دو برس ہی گزرے کہ کفار سے معرکہ آرائی کا مرحلہ آ گیا۔ محسنِ انسانیت فخرِ دوعالم ﷺ نے انصار سے ان کی رائے پوچھی۔ انصار نے جواب دیا حضور اکرم ﷺ نے اس پر انہیں معیت کی بشارت سنائی۔ انصارِ مدینہ نے کہا ہم آپ کے امتی اور کلمہ خواں ہیں ہم ہرگز موسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جاؤ تم اور تمہارا رب لڑے۔ ہم بیٹھے مزے کریں گے۔ یارسول اللہ ﷺ ہم وہ ہیں کہ بدر کیا آپ کسی ایسے سفر پر ایسے راستے پر ہمیں لے جائیں، جہاں سے پلٹنا ممکن نہ ہو ہم جہاں بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، بلکہ اپنا سب کچھ آپ پر قربان کریں گے۔ صف بندی ہوئی۔ بوڑھے، جوان سب ہی جوشِ جہاد میں سرشار تیار ہیں۔ رحمت عالم ﷺ معائنہ فرمارہے ہیں۔ صف کے آخر میں دو بچے بھی کھڑے ہیں۔ معوذ اور معاذ چھوٹی عمریں ہیں دونوں حقیقی بھائی ہیں اور جوشِ جہاد سے سرشار ہیں۔ بڑے بھائی کے کندھے پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ رکھا اور فرمایا بیٹا تم تو بہت چھوٹے ہو اس کو عمر نے پنجوں کے بل قدرے بلند ہو کے کہا میں چھوٹا تو نہیں ہوں۔ ان سے پنچ کیا تھا جس کے کندھے پر دستِ رسول ﷺ وہ کب چھوٹا ہوسکتا ہے، اس کی یہ ادا بارگاہِ رسالت میں پسندیدہ ٹھہری وہ لشکرِ اسلام میں شامل کیا گیا، اس کے ساتھ ہی اس کا چھوٹا بھائی کھڑا تھا۔ رحمت عالم ﷺ نے اسے

رسول اللہ ﷺ مجھے چھوڑ نہ جائیں معاعرض کیا آپ نے میرے بھائی کو قبول کرلیا ہے یہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے مگر قوت و طاقت میں ہرگز میرا ہم پلہ نہیں اگر چاہیں تو کشتی کروا کے دیکھ لیں، یہ بات بھی منظور ہوگئی دونوں بھائی روبرو ہوئے۔ چھوٹے نے بڑے بھائی کی آنکھوں میں جھانکا۔ آنکھوں آنکھوں میں کوئی پیمان ہُوا اور چشمِ فلک نے دیکھا کہ چھوٹے نے بڑے کو زیر کرلیا اور اس کے سینے پر سوار۔ زبانِ رسالتؐ سے فیصلے کا منتظر ہوگیا۔ آقا ﷺ نے اس چھوٹے کا دل بھی نہیں توڑا۔ یہ تین سو تیرہ مدینہ منورہ سے میدانِ بدر پہنچے۔ بہ ظاہر پورے لشکرِ اسلام کے پاس ساز و سامان کا عالم یہ تھا کہ دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں، مگر تاریخ شاہد ہے کہ اہلِ اسلام نے افراد یا آلاتِ حرب کی کثرت پر کبھی بھروسا نہیں کیا ان تین سو تیرہ کے عقائد مستحکم اور عزائم راسخ تھے۔ انہیں بھروسا تھا تو اس سادی سی کالی کملی والے پر جس نے انہیں اللہ کی معرفت عطا کی تھی۔ کافروں نے اپنے لیے اپنی دانست کے مطابق بہتر مقام کا انتخاب کیا اور لشکر کشی کی ادھر سرکارِ دوعالم ﷺ نے میدانِ بدر میں جنگ سے ایک دن قبل ہی کافروں کے بڑے بڑے سرداروں کے نام لے کر ان کی قتل گاہ کو نشان زد کردیا۔ یہ خبر لشکرِ کفار تک بھی پہنچ گئی۔ ابوجہل نے جب سُنا کہ اس کا نام بھی مسلمانوں کے نبی نے قتل ہونے والوں میں لیا ہے تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا اگر تم اجازت دو تو مجھے مکے میں ایک ضروری کام ہے مَیں وہ کر آؤں۔ ساتھی حیران ہوئے کہ کچھ دیر قبل یہ ابوجہل بڑے کروفر میں

بدر کا میدان کارزار

یومُ الفرقان: جب دینِ حق غالب اور کفر مغلوب ہوا

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

ڈینگیں مار رہا تھا اور اب اچانک بدحواس اور دہشت زدہ سا ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا ایسا کون سا ضروری کام ہے جس کے لیے فوراً تجھے جانا پڑ رہا ہے۔ مسلمانوں کو پتا چلے گا تو ہماری کتنی سبکی ہوگی ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے، وہ کام کسی اور کو بتادو وہ تمہاری جگہ بھیج دیا جائے گا۔ ابوجہل نے کہا اگر خود جاؤں تب ہی وہ کام ہوگا بہرحال تسلی رکھو مَیں نہیں جاتا۔ چند سرداروں نے اسے علیحدگی میں لے جاکے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا سُنا ہے محمد (ﷺ) نے میدان میں کچھ جگہوں پر نشانی لگاتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہاں یہاں فلاں فلاں شخص کل قتل ہوگا اور باوجود اختلاف کے تم سب جانتے ہو کہ ہوتا وہی ہے جو یہ شخص کہتا ہے۔ مَیں نے خیال کیا تھا کہ مَیں یہاں سے چلا جاؤں مگر اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابوجہل کا یہ اعتراف عظمت و صداقت مصطفوی کی دلیل ہے اور مشہور مقولہ ہے کہ بزرگی وہی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے۔ رات ہوئی تو لشکرِ کفار اپنے احوال میں مست تھا اور اِدھر ایک عریش میں سرکارِ دوعالم ﷺ مشغولِ دعا تھے۔ مبارک شانوں پر چادر اوڑھے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں ایک ہاتھ بلند کیے دعا فرمارہے تھے کبھی اس قدر گریہ و زاری فرماتے اور اس قدر ہاتھ پھیلاتے کہ چادر مبارک کندھوں سے نیچے گرجاتی۔ رفیقِ رسول سیدنا ابوبکر صدیق فرماتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب اللہ نے آپ سے فتح کا وعدہ کرلیا ہے پھر آپ کیوں فکر فرماتے ہیں مگر یہ عاجزی وزاری رسول اللہ ﷺ کو پسند تھی اور یہ تعلیمِ امت بھی تھی۔ پانی مسلمانوں کے لیے نایاب تھا۔ قدرت نے بارش برسادی۔ کفار نے جس حصے کو اپنے لیے پسند کیا وہ کیچڑ آلود ہوگیا اور مسلمانوں کے لیے بارش کے سبب میدان ہموار ہوگیا اور پانی بھی انہیں مہیا ہوگیا۔ سترہ رمضان المبارک کی صبح طلوع ہوئی۔ کافر اپنے کندھوں پر عزّٰی کا مجسمہ اٹھائے نعرہ زن ہوئے کہ ہمارے پاس عزّٰی ہے اور تمہارے پاس کوئی عزّٰی نہیں۔

ہمارا مددگار اور مولیٰ اللہ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ و مددگار نہیں۔ میدانِ بدر میں حق و باطل کا معرکہ شروع ہُوا۔ بے سروسامان صحابہؓ بے جگری سے لڑے۔ ایک صحابی کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مس کرکے ایک لاٹھی دی جو تلوار بن گئی۔ صحابۂ کرامؓ نے جرأت و شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ چند ہی لمحوں میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے جس کے سبب لشکرِ کفار کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ لشکرِ اسلام کے دونوں ننھے مجاہدوں نے محافظ دستے میں موجود ابوجہل پر حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا۔ ابوجہل نے مرتے دم یہ افسوس کیا کہ اس کی موت کسی مرد جری کے بجائے بچوں کے ہاتھوں ہوئی۔ ابوجہل کے قتل ہوتے ہی کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے ادھر مسلمانوں نے ایک بارگی بڑے زور سے حملہ کیا۔ گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ ستر کافر مارے گئے جن میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ولید جیسے سردار بھی شامل تھے۔ لشکرِ اسلام کے چودہ افراد نے جامِ شہادت نوش کیا جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار صحابہ تھے۔ کافروں کے ستر افراد قیدی بنالیے گئے، باقی نے راہِ فرار اختیار کی۔ صحابہؓ نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کیا کہ لڑائی کے دوران جب ہم کسی کافر سے نبرد آزما ہوتے تو ادھر ہم ہاتھ اٹھاتے ادھر اس کا سَر کٹ جاتا تھا ہمیں سَر کاٹنے والا نظر بھی نہیں آتا تھا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا وہ سَر کاٹنے والے اللہ کے فرشتے تھے جو تمہاری مدد کو آئے تھے مگر وہ کافروں کو اُسی وقت ہلاک کرتے جب تم تلوار اٹھاتے تھے، تاکہ تمہاری شجاعت کی دھاک بیٹھے اور اس کافر کے قتل کا اعزاز تمہیں ملے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے حکم دیا تھا تمام کافروں کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی جائیں، جب تمام لاشیں کنویں میں ڈال دی گئیں تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوکر ان کافروں کو مخاطب

شک ہم نے اپنے رب کے وعدے کو حق پایا۔ عدالت و صداقت کے پیکر حضرت عمرؓ نے تعجب کرتے ہوئے کہا یارسولِ اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے مخاطب ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر تم ان سے زیادہ نہیں سُن رہے فرق یہ ہے کہ یہ جواب نہیں دے سکتے۔ علمائے مفسرین اور محققین نے کہا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا مردہ لوگوں کو پکارنا اور حضرت عمرؓ کو جواب دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ مردے سنتے ہیں اور کافر مردے جب نہیں دے سکتے جب عام افراد کا یہ احوال ہے تو اللہ کے مقبول بندوں کی بعد از وفات سماعت میں کیسے شُبہ کیا جاسکتا ہے۔ قیدیوں کی مشکیں گَس دی گئی تھیں انہیں مدینہ منورہ لایا گیا۔ ان قیدیوں میں رسولِ اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس بھی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ قیدی مشکیں گَسے جانے کی وجہ سے کراہنے لگے تو محسنِ انسانیت ﷺ سے گوارا نہ ہُوا فرمایا ان کی مشکیں کھول دو۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہیں تھے انہیں رحمتِ عالم ﷺ نے کپڑے دلوائے۔ انصارِ مدینہ خود بھوکے رہ جاتے مگر قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔ قیدی اس حسنِ سلوک سے نہایت متاثر ہوئے۔ طے پایا کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کردیا جائے۔ جو فدیہ ادا نہیں کرسکتے انہیں یہ کہا گیا کہ وہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھادیں۔ غزوۂ بدر میں ہزیمت سے کفار پر مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا رعب و دبدبہ قائم ہوگیا اور ادھر ان تین سو تیرہ جاں نثاروں کو یہ مژدہ مل گیا کہ اب جو چاہو کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے۔ آج بھی ان کی عظمت کا یہ حال ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی بھی جائز اور مشکل حاجت کے لیے اصحابِ بدر کے وسیلے سے فاتحہ خوانی کرکے ان کے نام کی منّت مان کر دعا کرے تو گوہرِ مراد حاصل کرے گا۔ ان اصحابِ بدر کو یہ عظمت دامنِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت ملی۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں